مفاہمتی عمل کے لئے پائیدار حکمت عملی کی تشکیل
(تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں)

ارم سلطانہ*

ABSTRACT:

Strategy for Building a Sustainable Reconciliation Process In the Light of the Teachings of the Holy Prophet

Peace is the basic need for all constructive activities of humanity. The teachings of Isl┐m too guarantee a peaceful world. Isl┐m requires all the Muslims to practice noble deeds and strive toward justice in all their dealings with all human beings. Peace being one of the names of God *(Sal┐am)* must be seen in all His creatures. This paper deals with the importance of peace in *Isl┐m* and what strategy the Prophet's teachings offer to build a sustainable reconciliation process.

Key words: Reconciliation Process, Peace, Teachings of the Prophet Muhammad, Coexistence, Interfaith Dialogue.

الحمد للہ وَالصلاۃ والسلام علیٰ خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین, امابعد!

اللہ تعالیٰ ہی کائنات کاخالق ہے اوراسی نے انسان کوپیداکیاہے اس لیے وہ چاہتاہے کہ کرہ ارض پرانسان آپس میں مل جل کررہیں ،فساد برپانہ کریں, اللہ واحدکی پرستش کریں اورایک خاندان کے افرادکی طرح شیر وشکر ہو کر رہیں۔ امن وامان روئے زمین پرانسان کی بنیادی ضرورت ہے امن نہیں ہے تو نہ عالم انسانیت کے ارتقاء کاعمل جاری رہ سکتا ہے نہ معاشرتی زندگی کی بقاء۔ہرانسانی تحقیق اورترقی کا وجود امن وسلامتی اورسکون سے ہے اور امن وسلامتی کے لیے باہم مفاہمت کا ہونا بہت ضروری ہے۔اس لیے اسلام اس پہلو پر سب سے زیادہ زور دیتا ہے کہ سب امن وسکون سے رہے اورترقی کے راستے سامنے آئیں۔

ایمان، اسلام اورسلام, ملاقات کے الفاظ میں امن وسلامتی کا ہونا ہی سب سے پہلے اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اس مذہب کے خمیر میں ہی "مفاہمت" شامل ہے۔چنانچہ آنحضرت کا ارشاد ایک "مومن" یعنی ایمان والے شخص کی مزاجی کیفیت اور عمومی نفسیات کوظاہر کرتاہے۔آپ

* پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر, ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز, نمل یونیورسٹی،اسلام آباد۔

نے فرمایاکہ: "مومن وہ ہی ہوسکتاہے جس سے دوسرے لوگ اپنے جان ومال کو مامون و محفوظ جانیں"۔

دنیامیں جینے کااصول بھی یہی ہے کہ آدمی انتہائی محتاط ہوکرہر قسم کی برائی، گناہ اورنزاع وجھگڑے سے اپنادامن بچائے رکھے۔اسلام نفرت کانہیں پیار کامذہب ہے۔لہٰذااسلام سے زیادہ امنِ عالم کانقیب اورکون ہوسکتاہے۔حضور کافرمان ہے کہ: "تم زمین والوں پررحم کروآسمان والاتم پررحم فرمائے گا"۔

اللہ تعالیٰ کی اس کائنات میں اس کی بنائی ہوئی بے جان مخلوقات اپنے کام سے کام رکھتی ہیں۔کوئی چیز نہ دوسری چیز کا راستہ کاٹتی ہے نہ اس کے آڑے آ کر اس سے تصادم کی راہ اختیارکرتی ہے۔اس کانتیجہ یہ ہے کہ زمین وآسمان ہوں یا چاندسورج اورسیّارے سب بغیرتصادم اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں اور اس عالم کا نظام امن وسکون سے چل رہاہے یہاں تک کہ ہر چیز اپنی پوری پوری نفع رسانی کے ساتھ عمل کر رہی ہے۔اب یہ کائنات اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے بنائی ہے۔ مگرانسان جب اس نظامِ کائنات سے ہٹ کرٹکراؤ کا راستہ اختیارکرتاہے توامنِ عالم میں رخنہ پڑتاہے اور دنیا گرفتارِ بلا ہو جاتی ہے۔

آج کا انسان اگرآنحضرت کے اس ارشاد کو ہی مشعلِ راہ بنا لے تو دنیا کی کایا پلٹ جائے آپ سے اسلام وتقویٰ کی حقیقت پوچھی گئی تو آپ نے ارشادفرمایاکہ: "اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم اوراس کی مخلوق کے ساتھ شفقت"۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے ساتھ باہم پیار ومحبت اورایک دوسرے کے ساتھ مفاہمت کاحکم دیاہے۔

مفاہمت کے معنی:

لفظ مفاہمت فہم سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں: سمجھ، بوجھ، دانائی، ادراک، شعور، وقوف، دریافت، تمیز، عقل، دانش۔[1]

مفاہمت باب مفاعلۃ سے ہے جس کے معنی ہیں:

To understand one another; to communicate with each other; to reach an understanding; Come to an agreement, come to terms.[2]

تفاہم:

تفاہم کے معنی ہیں کہ داعی اپنے احباب ورفقاء کواپنی ہمدردی، خیر خواہی اور تعاون کا یقین دلاوے، اس کے احباب ورفقاء اس کی جانب سے امن وامان اور اطمینان وسکون محسوس کریں۔ بسااوقات انسان اپنی پریشانیاں دوست سے بیان کرکے دل کابوجھ ہلکاکرسکتاہے۔ جس سے اس کے دل کو سکون حاصل ہوتاہے۔اس گہرے تعلق کا نام تفاہم ہے۔

مفاہمت: باہم کسی معاملے پر سمجھوتا

مفاہمتی: مفاہمت سے منسوب یا متعلق ،مفاہمت کا ،مفاہمت کرنے والا، سمجھوتے پر مبنی [3]

مفاہمت کا متضاد: مفارقت؛ باہم جدا ہونا، بچھڑنا ، ہجر، علیحدگی، فراق؛ مفارق: جدا ، علیحدہ، الگ، فرق کرنے والا، جدا کرنے والا، تفریق کرنے والا، الگ کرنے والا۔[4]

مفاہمت کی ضرورت واہمیت:

مفاہمت اور اتحاد کا عالمگیر اصول کائنات کے ذرے ذرے میں کارفرما ہے۔ انسان ہو یا حیوان، چرند ہوں یا پرند، شہد کی مکھیاں ہوں یا چیونٹیاں ، پانی کا معمولی قطرہ ہو یا ریت کا حقیر زرہ کائنات کی ہر شے اس امر کی بخوبی گواہی دے رہی ہے کہ زندگی میں کامیابی اور کامرانی اور ترقی و خوشحالی کا راز باہم مفاہمت اور اتحاد و اتفاق میں مضمر ہے۔ ریت کا زرہ کچھ حیثیت اور اہمیت نہیں رکھتا مگر جب بہت سے زرے مل کر اندھی کا روپ دھار لیتے ہیں تو پھر دلوں کو ہلانے والے طوفان معرض وجود میں آتے ہیں۔ پانی کا قطرہ کچھ وقعت نہیں رکھتا لیکن بہت سے قطرات مل کر ایسے سیلِ بے پناہ کو وجود میں لے آتے ہیں جو ہر چھوٹی بڑی چیز کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے جاتا ہے۔ انسان کا معاملہ بھی کائناتِ فطرت کی ان معمولی اور حقیر اشیاء سے الگ نہیں۔ تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ کامیابی و کامرانی اور سربلندی صرف انہی قوموں کے حصے میں آئی جنہوں نے باہمی اتحاد اور مفاہمت کا ناقابلِ فراموش ثبوت فراہم کیا لیکن وہ قومیں جو آپس میں برسرِ پیکار رہیں انہیں ہمیشہ ذلت و خواری اور رسوائی و بد نامی کا سامنا کرنا پڑا۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب تک مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق رہا اور اپنے دین سے محبت کا جذبہ ان کے دلوں میں موجزن رہا ان کو دنیا اور آخرت کی کامیابی نصیب ہوئی اور ایک وقت ایسا آیا کے قیصر و کسریٰ کے تحت و تاج ان کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہو گے اور نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ لیکن جیسے جیسے ان کے دلوں سے

اللہ کا خوف اور دین سے محبت کم ہوتی گئی وہ دینی و دنیاوی طور پر کمزور پڑنے لگے اور ان میں انتشار پیدا ہونے لگا۔ایک وقت ایسا آیا کہ ہم مسلمان حاکم سے محکوم بن گئے۔

بقول علامہ اقبال :

ان کی جمعیت کا ہے ملک و نصب کا انحصار　　قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری
دامن دین ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں　　اور جمعیت ہوئی رفعت ہوئی تو ملت بھی گئی [5]

مفاہمت کے لوازمات و عناصر:

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اشتراک ووحدت کی جہتیں کونسی ہونی چاہئیں ؟یاوہ عناصر کون سے ہیں جو لوگوں میں ایک ہونے کا احساس یا جذبہ پیدا کرتے ہیں اور ان کی عدم موجودگی میں قوم انتشار کا شکار ہو جاتی ہے۔یوں تو اشتراک وحدت کی جہتیں بہت سی ہونی ممکن ہیں لیکن عام طور پر درج ذیل لوازمات و عناصر کا تعلق مفاہمت و اتحاد سے جوڑا جاتا ہے۔

مذہب:

کسی ملک کے افراد میں مفاہمت و اتحاد پیدا کرنے کا اہم عنصر مذہب ہے کیونکہ قدیم زمانے سے ہی مذہب قومی وحدت میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔

پروفیسر محمد صدیق قریشی نے اس کی تاریخی اہمیت پر یوں روشنی ڈالی ہے:

> مذہب نے قدیم وقتوں میں قومی وحدت میں جو کردار ادا کیا اس کو کبھی بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اگر خون کا رشتہ معاشرے کا بندھن تھا تو مذہب خون کے رشتے کے ساتھ چلتا تھا۔قدیم اقوام کے معرضِ وجود میں آنے کے مذہب کے اور قرابتداری دونوں محرک تھے۔[6]

"مذہب" مفاہمت کی مضبوط اور پائیدار بنیاد:

مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ :

> مرکزِ وحدت کے بارے میں اقوام عالم کی راہیں مختلف ہیں کہیں نسلی ونسبی رشتوں کو مرکزِ اتحاد سمجھا گیا ہے جیسے قبائلِ عرب کی وحدت تھی کہ قریش ایک قوم اور بنوتمیم دوسری قوم سمجھی جاتی تھی اور

کہیں رنگ کا امتیاز اس وحدت کا مرکز بن رہا تھا کہ کالے لوگ ایک قوم اور گورے دوسری قوم سمجھے جاتے کہیں وطنی و لسانی وحدت کو مرکزِ اتحاد بنایا گیا تھا کہ ہندی ایک قوم اور عربی دوسری قوم، کہیں آبائی رسم و رواج کو مرکزِ وحدت بنایا گیا تھا، کہ جو ان رسوم کے پابند ہیں وہ ایک قوم اور جو ان کے پابند نہیں وہ دوسری قوم جیسے ہندوستان کے ہندو اور آریہ سماج وغیرہ۔[7]

ان کے بر عکس مذہب نے زمانہ قدیم اور عصرِ حاضر میں مفاہمت و اتحاد میں جو اہم کردار ادا کیا ہے اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا بالخصوص مذہب اسلام کا دائرہ کار اس سلسلے میں بڑا وسیع ہے۔جو شخص کلمہ طیبہ پڑھتا اور رسولِ ﷺ آخری نبی مانتاہو چاہے وہ کسی رنگ کا ہو ،کسی بھی نسل کا ہو،کسی بھی وطن کا باشندہ ہو ایک عالم گیر برادری کا حصہ بن جاتا ہے اسی حقیقت کو علامہ اقبال نے یوں باور کرایا کہ:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب پر نہ کر خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی [8]

بالفاظ دیگر ہمارے ہاں مفاہمت و اتحاد کی بنیادیں وہ نہیں جو اقوام عالم کی ہیں۔رنگ، نسل، قبیلے یہ تو اللہ نے پہچان کے لیئے بنائے ہیں تفریق کے لیے نہیں۔یہ اسلام کا سکھایا ہوا اتحاد کا سبق ہی ہے کہ اگر مغرب میں بسنے والے کسی مسلمان کو تکلیف ہو تو مشرق میں بسنے والا مسلمان اس کا دکھ محسوس کرتا ہے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر [9]

مفاہمت کی راہ میں حائل منفی رجحانات

علاقائیت:

علاقائیت ایسے اندازِ نظر اور طرزہائے عمل کا نام ہے جس کی بنیاد افرادکے قلب ونظر میں علاقائی تشخص پر ہو۔علاقائیت کسی علاقے کے افراد کی اس علاقے کے ساتھ خاص نوعیت کی وابستگی سے پیدا ہوتی ہے۔علاقائیت ایسے مسلک اور رویوں،اقدار ورجحانات، علامات اور تعصّبات کے مجموعے کا نام ہے جوشعوری وغیرشعوری طور پر افراد نے اپنالئے ہوں اور ان کی بنیاد پر سیاسی، معاشی

ومعاشرتی میدان ہائے عمل میں روبہ عمل ہوں۔اس نوعیت کے عناصر پر مبنی طرزہائے عمل سے علاقائیت کی تحریکیں جنم لیتی ہیں جوملی وحدت واتحاد کے لیے زہر قاتل ثابت ہوتی ہیں۔

ایم۔ایم۔شریف نے اسے علاقائی احساسات کے ٹکراؤ کا نام دیاہے اوراس کی سنگینی پر یوں روشنی ڈالی ہے:

> No conflict eats like a canker into the very vitals of social life as this. Unless removed, it can never allow a nation to be truly unified and escape destruction. History supplies glaring examples of nation infected with strong local feelings and their destructive results.[10]

> سماجی زندگی کے اعضائے رئیسہ کو کوئی تضاد اس گھن کی طرح نہیں کھاتا جیسا کہ یہ ہے جب تک اس کو دور نہ کیا جائے۔یہ ایک قوم کو صحیح معنوں میں متحد ہونے اور تباہی سے بچانے نہیں دیتا۔تاریخ میں قوموں کے علاقائی احساسات سے متاثر ہونے اور ان کے تباہ کن نتائج سے ہم کنار ہونے کی روشن مثالیں موجود ہیں۔

فرقہ واریت:

فرقہ واریت چاہے سیاسی ،معاشی،معاشرتی،ثقافتی یا مذہبی و دینی بنیاد پر ہو مفاہمت و اتحاد کی راہ میں حائل ہوتی ہے۔

مولانا گوہر رحمان فرقہ واریت کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں: "قرآن و سنت کی نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے کہ تفرقہ،گروہ بندی،افتراق اور اختلاف ممنوع اور ملی اتحاد کے منافی ہے"۔[11]

مفاہمت کے حصول کے لیے اسلامی تعلیمات

اسلام اتحاد وتعاون اوراخوت وبھائی چارے کا علمبردارہے۔نبی کریم ﷺبعثت اور اسلام کی آمد انسانیت کے لیے رحمت اور کامرانیوں کا نقطہ آغاز تھا۔آپ ﷺآمد کے وقت انسانیت فکری، نظریاتی اور اخلاقی اعتبار سے شرک و بت پرستی اور گمراہی کا شکار تھی تو اخلاقی اعتبار سے بھی بحیثیت مجموعی پستیوں میں جاگری تھی۔

آپ ﷺ انقلاب کی بنیاد قرآن ہے اور آپ ﷺ قرآن کی عملی تصویر تھے۔تاریخ

شاہد ہے کہ آپ ﷺ کا برپا کردہ انقلاب اتنا ہمہ گیر، سریع اور دیر پا تھا کہ اسلام کہ مخالفین بھی اس کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکے۔ آپ ﷺ ایک ایسی قوم کو وحدت کی لڑی میں پرو دیا جو کبھی کسی مرکزی نظام کے تابع نہیں ہوتی تھی۔

عبدالحمید صدیقی اسلام سے قبل عربوں کی حالت اور اسلامی تعلیمات اور رسول اللہ ﷺ انتھک محنت کے بعد ان کی حالت میں جو نمایاں تبدیلی آئی اس پر یوں روشنی ڈالتے ہیں :

> Before the advent of the Prophet the Arabs were an uncompromising people, a nation torn into mutually hostile classes and tribes, who were always ready to unseath their blood thirsty swords for petty reasons, it was due to teachings of Islam and the untird efforts of Muhammad (SAW) that the spirit of brother hood began to surge across Arabia. The entire past of tribal animosities was obliterated and a new society was summoned into existence which had a deep-rooted sentiment for the brother hood of man, a consciousness mutual right and duties and love, and a human and noble outlook on life".[12]

> بعثت نبوی سے پہلے عرب نہ ماننے والے،نہ جھکنے والے نامعقول لوگ تھے،ایک قوم تھی جوباہم متصادم جماعتوں اورقبائل میں تقسیم تھی، جومعمولی باتوں پراپنی خون کی پیاسی تلواروں کوسونتنے کو تیارہوتے۔یہ اسلام کی تعلیمات اورحضرت محمد ﷺان تھک کاوشوں کانتیجہ تھا کہ جذبہ اخوت عرب میں امڈeنے لگا۔قبائلی دشمنی کا سارا ماضی محو ہو گیا اور ایک نیا معاشرہ وجودمیں لایا گیا جس میں انسانی بھائی چارے کے گہرے جذبات تھے،باہمی حقوق وفرائض اورمحبت کاشعور تھا،اور زندگی سے متعلق ایک ہمدردانہ اور پاکیزہ جذبہ تھا۔

قرآن کریم اورباہم مفاہمت:

قرآن کریم باہم مفاہمت کا درس دیتاہے۔قرآن کسی خاص نسل،خاص وطن،خاص رنگ کے لوگوں کے لیے پیغامِ ہدایت نہیں ہے بلکہ اس کا پیغام پوری نوع انسانیت کے لیے ہے۔قرآن

ساری نوعِ انسانی کوایک اللہ، ایک کتاب اورایک رسول کی تعلیمات پر جمع کرنے کا داعی ہے۔

تمسک بلاِ قرآن:

جیساکہ ارشادِباری تعالیٰ ہے کہ: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾[13] یعنی ﴿اور سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا﴾۔

شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں:

> یعنی سب مل کر قرآن کومضبوط تھامے رہو جواللہ کی مضبوط رسی ہے۔یہ رسی ٹوٹ تونہیں سکتی ہاں چھوٹ سکتی ہے اگرسب مل کراس کو پوری قوت سے پکڑے رہوگے توکوئی شیطان شرانگیزی میں کامیاب نہ ہوسکے گااور انفرادی زندگی کی طرح مسلم قوم کی اجتماعی قوت بھی غیرمتزلزل اورناقابل اختلال ہوجائے گی، قرآن سے تمسک کرناہی وہ چیزہے جس سے بکھری ہوئی قوتیں جمع ہوتی ہیں اور ایک مردہ قوم ہدایت حاصل کرتی ہے۔[14]

تمام مسلمان بھائی بھائی:

باہم مفاہمت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو بھائی کہہ کرایک عظیم خونی رشتے کا تقدس دیا۔ جیساارشادباری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾[15] یعنی ﴿مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں﴾۔اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ﴾[16] یعنی ﴿اور اپنے (مومن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا بُرا نام رکھو﴾۔ مزیدارشادہواہے : ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴾[17] ﴿اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو کچھ شک نہیں کہ اللہ تم پر مہربان ہے﴾۔

قرآن کا پیغام واضح ہے۔ یہ ایسے بھائی چارے کاتصوردیتاہے جس میں دوسرے بھائی کوجوکچھ ہو رہا ہے وہ دراصل آپ کو ہو رہا ہے۔ مسلم بھائی کے خلاف کوئی بھی زیادتی سب مسلم بھائیوں کے خلاف زیادتی گردانی جائے گی۔

احادیثِ نبوی اور باہم مفاہمت:

مفاہمت کے اسلامی فلسفے کا صحیح اندازہ احادیثِ نبویہ کے بغیر نہیں لگایا جا سکتا۔ حضور ﷺ

حیثیت قرآن کریم کے شارح کی ہے آپ ﷺ اپنے قول وفعل سے قرآن کے مدعا ومقصد کو واضح کیا۔ذیل میں ہم مفاہمت کے سلسلے میں حضور ﷺ قول وفعل کا مختصراً ذکر کرتے ہیں۔

اسلامی معاشرے کی ہیت:

نبی کریم ﷺ ایک مضبوط ومستحکم معاشرے کی تصویر پیش کرنے اور مسلمانوں کو باہم شیر وشکر ہو جانے کے حوالے سے کئی ایک مثالیں پیش فرمائیں، آپ ﷺ فرمایا:

مومن دیوار کی مانند ہیں :

عن أبي موسى قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : المؤمن للمؤمن كالبنيان يشدّ بعضه بعضا۔[18]

حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ فرمایا:ایک مومن دوسرے مومن کے لیے ایک دیوار کی مانند ہوتا ہے۔اس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط کرتی ہے۔

مومن جسد واحد کی طرح ہیں :

اسی بات کو آپ ﷺ یوں بھی سمجھایا

مثل المؤمنين في توادّهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى۔[19]

مومنین کی مثال دوستی اور اتحاد میں ایسی ہے جیسے ایک بدن ہو، بدن میں سے جب کوئی عضو درد کرتا ہے تو سارا بدن اس کی تکلیف میں شریک ہوجاتاہے۔نیند نہیں آتی اور بخار آجاتا ہے۔

خندہ پیشانی سے پیش آنا:

نبی کریم ﷺ مادی مفادات اور محض دینوی مقاصدہی کے لیے دوسروں سے محبت والفت کا تعلق قائم کرنے کی بجائے بے لوث محبت کا تصوردیا۔آپ ﷺ ارشادفرمایا:

لا تحقرنّ من المعروف شيئاً ولو أن تلقى أخاك بوجه طلق۔[20]

کسی بھی نیکی کے کام کو حقیر مت جانو، اپنے بھائی کو خندہ پیشانی کے
ساتھ ملنا بھی نیکی کے کاموں میں سے ہے۔

عفو و درگزر کا رویہ:

معاشرے میں اخلاقِ حسنہ کے مظاہرے کے نتیجہ میں مفاہمت و اتحاد پیدا کیا جا سکتا ہے۔ ان اخلاقی اقدار میں سے ایک قدر یہ ہے کہ برائی کا جواب اچھائی میں اور حسنِ سلوک سے دیا جائے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾[21] یعنی ﴿(سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے تم دیکھو گے) کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی گویا وہ تمہارا گرم جوش دوست ہے﴾۔

معاشرے کے استحکام اور مفاہمت کے لیے نبی کریم ﷺ جو بظاہر چھوٹے چھوٹے اصول دیئے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عفو و درگزر کی پالیسی اختیار کی جائے۔ آپ ﷺ فرمایا: "وما زاد الله عبداً بعفوا إلا عزا "،[22] یعنی "اللہ تعالیٰ عفو کے بدلے بندے کی عزت ہی زیادہ کرتا ہے"۔

رحم وشفقت کا مظاہرہ:

نبی کریم ﷺ بھی رحمۃ العالمین ہیں۔ آپ ﷺ اپنے اسوہ حسنہ سے ثابت فرمایا کہ محبت واخوت کے جو رشتے رحمت کا رویہ اختیار کرنے سے پروان چڑھتے ہیں وہ مستقل ہوتے ہیں:

الراحمون يرحمهم الرحمن ارحموا أهل الأرض يرحمكم من في السماء۔[23]

جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں رحمن ان پر رحم کرتا ہے۔ تم اہلِ
زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحمت فرمائے گا۔

نرم مزاجی کا مظاہرہ:

باہم رویے کے حوالے سے نبی کریم ﷺ ہمیں تلقین فرمائی ہے کہ ہمارا باہمی تعلق رفق اور نرمی پر مبنی ہونا چاہیئے۔ اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ ارشاد فرمایا: "من يحرم الرفق يحرم الخير كله"،[24] یعنی "جو شخص نرمی سے محروم کر دیا گیا وہ خیر اور نیکی سے محروم کر دیا گیا"۔

اس کا ایک معنی تو یہ ہو سکتا ہے کہ نرمی درحقیقت نیکی ہے۔ جو اس سے محروم ہوا وہ گویا

نیکی سے محروم کر دیا گیا اور دوسرا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رفق ونرمی دوسروں کے ساتھ نیکی کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہ نیکی کا داخلی دروازہ ہے۔ اگر کسی سے رفق کا عنصر ضائع ہو گیا تو گویا وہ نیکی کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ فرمایا:

إن الله رفيق يحب الرفق ويعطي على الرفق ما لا يعطي على العنف۔[25]

اللہ تعالیٰ نرمی اورخوش خلقی کو پسند فرماتا ہے اور خود بھی نرم ہے اورنرمی کرنے پر ایسا اجر دیتا ہے جو سختی کرنے پر نہیں دیتا اور نہ کسی اور چیز پر۔

صلہ رحمی کا حکم:

نبی کریم ﷺ دوسروں کے ساتھ تعلق جوڑنے کی ترغیب دی اور تعلق توڑنے والے کی مذمت فرمائی۔ آپ ﷺ فرمایا کہ:

من سره أن يبسط عليه رزقه أو ينسأ في أثره فليصل رحمه۔[26]

جس شخص کو یہ بات بھلی لگے کہ اس کی روزی میں اضافہ ہو اور اسکی عمر بڑھ جائے تو اسے چاہئے کہ وہ صلہ رحمی سے کام لے۔

دوسری جگہ نبی کریم ﷺ فرمایا کہ: "لا يدخل الجنة قاطع ",[27] یعنی "قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا"۔

امام قرطبیؒ کے نزدیک ملت کا اس پر اتفاق ہے کہ صلہ رحمی واجب ہے اوراس کا قطع کرنا حرام، کیونکہ اس سلسلہ میں بہت سی صحیح احادیث آئی ہیں۔[28]

ایثار وقربانی کا جذبہ:

نبی کریم ﷺ جو مستحکم معاشرہ قائم فرمایا اس کی بنیاد میں ایثار وقربانی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ایثار ہی وہ ذریعہ ہے جس سے دوسرے کے دل کو جیتا جا سکتا ہے اگر ہر شخص ناپ تول کر دیکھتا رہے گا کہ میرا حق یہ ہے اور تمہارا یہ۔ تو یوں ایسا معاشرہ پروان چڑھے گا جس میں ہر ایک کو اس کا حق ملے گا لیکن افرادِ معاشرہ کے دل محبت واخوت کے جذبات سے خالی ہوں گے۔

ایثار کی سب سے بڑی مثال خود نبی کریم ﷺ ذاتِ گرامی میں ملتی ہے۔اس سلسلے میں چند مثالیں پیش کی جا رہی ہیں : "کسی نے آپ ﷺ ایک چادر دی۔ آپ ﷺ اس سے یہ تحفہ قبول فرما لیا۔ایک غریب نے یہ چادر مانگ لی آپ ﷺ بلا چون وچرا یہ چادر اسے دے دی"۔[29]

نبی کریم ﷺ تربیت اور اسوۂ حسنہ نے مہاجرین وانصار میں بھی ایک دوسرے کے لیے قربانی اور ایثار کا جذبہ پیدا کر دیا۔مثال کے طورپر عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ربیع کا واقع بیان کیا جاتا ہے:

> حدثنا إسماعيل بن عبد الله قال حدثني إبراهيم بن سعد عن أبيه عن جده قال لما قدموا المدينة آخى رسول الله صلى الله عليه وسلم بين عبد الرحمن بن عوف وسعد بن الربيع قال لعبد الرحمن إني أكثر الأنصار مالا فأقسم مالي نصفين ولي امرأتان فانظر أعجبهما إليك فسمها لي أطلقها فإذا انقضت عدتها فتزوجها قال بارك الله لك في أهلك ومالك أين سوقكم۔[30]
>
> ہم سے اسماعیل بن عبد اللہ نے بیان کیا: کہا مجھ سے ابراھیم بن سعد نے انہوں نے اپنے دادا سے،انہوں نے کہا جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو آنحضرت ﷺ ان میں بھائی چارہ کرا دیا۔عبدالرحمن بن عوف کو (جو مہاجر تھے) سعد بن ربیع (انصاری) کا بھائی بنایا۔سعد عبد الرحمن سے کہنے لگے، بھائی میں سب انصاری لوگوں میں زیادہ مالدار ہوں میں اپنے مال کے آدھوں آدھ دو حصے کرتا ہوں (ایک حصہ تم لے لو) اور میری دو بیویاں ہیں تم دونوں کو دیکھو جو تم کو پسند آئے، مجھ کو کہو میں اس کو طلاق دے دوں جب اس کی عدت گزر جائے تو تم اس سے نکاح کر لینا عبد الرحمن نے کہا: بھائی اللہ تمہاری بیویاں اورتمہارے مال میں برکت دے مجھ کو ذرا اپنا بازار بتلا دو...

مفاہمت بین المذاہب:

اسلامی نقطۂ نظر سے محمدرسول اللہ ﷺ تعلیمات ہدایت خداوندی کاآخری پیغام ہے۔ان سے پہلے جو جو پیغمبر جس جس ملک میں تشریف لائے وہ سب اپنی اپنی جگہ قابل احترام اور ان کی

تعلمہ سچی اور صحیح، مگر آج تعلیمات محمدی کے بغیر انسان کی دینی ودنیوی ضرورتوں کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ اس نقطہ نظر کی تائید قرآن کریم سے ہوتی ہے۔ جیساکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾۔[31]

﴿تو اللہ پر اور اُس کے رسول پیغمبر اُمّی پر، جو اللہ پر اور اُس کے تمام کلام پر ایمان رکھتے ہیں، ایمان لاؤ اور اُن کی پیروی کرو تاکہ ہدایت پاؤ﴾۔

دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾۔[32]

﴿جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی رفاقت کی اور انہیں مدد دی اور جو نُور ان کیساتھ نازل ہوا ہے اس کی پیروی کی، وہی مراد پانے والے ہیں﴾۔

وحدت ادیان کے تصور کو تسلیم نہ کرنے کے باوجود اسلامی نقطہ نظر سے مختلف مذاہب میں تعاون اور مفاہمت کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ قرآنِ کریم اور حدیث نبوی سے اس کی مختلف صورتوں کی طرف واضح رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔[33]

لامذہبیت کے مقابلے میں تمام مذاہب ایک دوسرے سے تعاون کریں:

قرآنِ کریم میں یہود ونصاریٰ کو مخاطب کرکے فرمایا گیاہے کہ:

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا﴾۔[34]

﴿کہہ دو کہ اے اہل کتاب جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اُس کی طرف آؤ، وہ یہ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اُس کیساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں﴾۔

انسانیت کی فلاح:

انسانیت کی فلاح، ملک کے امن اوردوسرے نیکی اورپرہیزگاری کے کاموں میں دوسرے مذہب کے لوگوں سے کھل کرتعاون کیاجائے

جیساکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾[35]

﴿نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا﴾

زبردستی سے پرہیز:

اپنے مذہب کی دعوت وتبلیغ کا سب کو حق ہے، مگرجبروزبردستی کاکسی کوحق نہیں ہے۔ قرآنِ کریم کا اس سلسلے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ: ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾[36]یعنی﴿دین (اسلام) میں زبردستی نہیں ہے ہدایت (صاف طور پر ظاہر اور) گمراہی سے الگ ہو چکی ہے﴾۔

اسلام جبروزبردستی سے منع کرتاہے اور وجہ بھی بتاتا ہے کہ یہ بے سود ہے کیونکہ مذہب کا تعلق دل سے ہے اوراس کے لیے یہ کافی ہے کہ ہدایت و ضلالت کودلائل سے واضح کر دیا جائے۔ پھر تبلیغ دین کا طریقہ یہ بتاتا ہے۔

﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾۔[37]

﴿ (اے پیغمبر!) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے رب کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو﴾۔

نیکی وبھلائی کارویہ:

دوسرے مذاہب والوں کے ساتھ نیکی وبھلائی اورانصاف کاسلوک کیاجائے جیساکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾۔[38]

﴿جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے اللہ تم کو منع نہیں کرتا اللہ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے﴾۔

بزرگانِ دین کا احترام:

دوسروں کے بزرگوں کااحترام کیاجائے حتی کہ جن کوانہوں نے خداکی خدائی میں شریک ٹھہرا رکھاہے۔ان کو بھی برانہ کہاجائے۔

جیساکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾۔[39]

﴿اور جن لوگوں کو یہ مشرک اللہ کے سوا پکارتے ہیں اُن کو بُرا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں اللہ کو بے ادبی سے بغیر سمجھے بُرا (نہ) کہہ بیٹھیں﴾۔

انصاف کابرتاؤ:

کسی کے ساتھ بھی ناانصافی کابرتاؤنہ کیاجائے خواہ وہ دشمن ہی ہو۔

جیساکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى﴾۔[40]

﴿اور لوگوں کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو (بلکہ) انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے﴾۔

اپنی قوم اوردوسری قوم میں کوئی اختلاف ہو اور اس سلسلے میں حق دوسری طرف ہو تو برملا اسکا اعتراف کیا جائے۔ جیساکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ﴾[41]

﴿اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور اللہ کیلئے سچی گواہی دو، خواہ (اس میں)تمہارا یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو﴾

تعصب سے پرہیز:

تعصب سے مراداپنی قوم کی بے جاحمایت ہے۔واثلہ بن الاسقع کہتے ہیں: "میں نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ تعصب کیاہے،توآپ ﷺ جواب دیا یہ کہ تم اپنی قوم کی اس کے ظلم کے باوجود حمایت کرو"۔[42]

دوسری حدیث میں آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ:

لیس منا من دعا إلی عصبية وليس منا من قاتل علی عصبية وليس منا من مات علی عصبية۔[43]

وہ ہم میں سے نہیں ہے جس نے تعصب کی طرف دعوت دی،وہ ہم میں سے نہیں ہے جس نے تعصب کی وجہ سے جنگ کی،وہ ہم میں سے نہیں ہے جو تعصب کی حالت میں مرا۔

آخری مگر پہلی بات یہ ہے کہ سب انسانوں کو خدائی کنبہ کا فرد سمجھا جائے۔ان کی محبت کو زندگی کا دستور بنایا جائے، جیساکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ: ﴿مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾[44] یعنی ﴿ ایک شخص سے﴾۔اور حدیث میں فرمایاگیا ہے کہ: "الخلق عیال اللہ" یعنی"مخلوق اللہ کا کنبہ ہے"۔سعدی شیرازی نے اسی مضمون کویوں اداکیاہے:

بنی آدم اعضاء یک دیگراند — کہ درآفرینش زیک جوہراند
چون عضوی بدرد آورد روزگا — دگر عضوہاء نماند قرار

قوموں کی عظمت ان کے مفاہمتی کردارسے وابستہ ہے۔تاریخ عالم اس بات کی شاہد ہے کہ جن قوموں نے مفاہمت اوراعلیٰ سیرت کامظاہرہ کیا وہ دوسری قوموں کے مقابلے میں سربلند اور غالب ہوئیں اور جن قوموں نے ایسا نہیں کیا وہ دنیا میں ذلیل وخوار ہو گئیں حتی کہ صفحہ ہستی سے ہی مٹ گئیں اگرچہ یہ قومیں مالی اور مادی لحاظ سے بڑی خوشحال، مضبوط اورمتمدن تھیں،جن کے کھنڈرات ان کی عظمت کا اب بھی پتہ دیتے ہیں۔قوم عاد، قوم ثمود، قوم مدین، قوم لوط اور قوم فرعون جیسی اقوام اگرچہ ظاہری اسباب شان وشوکت کے محلات، باغات، مال ودولت کے

انباراور حکومت واقتدار کے باوجود صفحہ ہستی سے مٹا دی گئیں، کیونکہ ان قوموں نے اپنے خالق ومالک کے نمائندوں (انبیاء اکرم علیہ السلام) کی تکذیب کے ساتھ ساتھ ظلم وجور، عیش و عشرت، ناپ تول میں کمی وغیرہ جیسی خرابیوں کو اپنا طریقہ زندگی بنا لیا تھا۔

اس کے برعکس عربوں جیسی ظالم، جاہل اور تہذیب وتمدن سے ناآشنا قوم جب ایمان واخلاق کی خوبیوں سے آراستہ ہوئی تو وہ دنیا میں معزز ہی نہیں ہوئی بلکہ سیاست وحکومت، علم ودانش، اخلاق وسیرت، تہذیب وتمدن اور ہنر وفن میں دنیا کی امام بنی۔[45]

پیغمبر اسلام کی زندگی مفاہمتی عمل کا بہترین نمونہ:

باہم مفاہمت کے ضمن میں نبی کریم ﷺ حیات طیبہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

1 - قبل از بعثت مکی زندگی:

قبل ازبعثت مکی زندگی کے متعدد واقعات ایسے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ عربوں کو باہم مفاہمت اور محبت کا درس دیا اور ظلم و زیادتی سے بازرہنے کی تلقین فرمائی۔ قیام امن کے معاہدے فرمائے۔ آپ ﷺ فجار میں شریک تو ہوئے مگر آپ ﷺ شرکت ہر گز پسند نہ تھی۔ آپ ﷺ شاد ہے: "قد حضرته مع عمومتي ورميت فيه بأسهم وما أحب أني لم أكن فعلت"۔[46]

حرب فجار میں ہونے والی خونریزی کے بعد آپ ﷺ قریش کے سرکردہ لوگوں سے گفتگو فرمائی اور اس بے چینی کو دور کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ ان کوششوں کے نتیجے میں حلف الفضول کا معاہدہ ہوا۔

حلف الفضول میں شرکت:

حلف الفضول ایک مہذبانہ وشریفانہ معاہدہ تھا جو کمزوروں کی حمایت اور اپنے حقوق کے دفاع کے لیے تھا۔ یہ معاہدہ جنگِ فِجار سے واپسی پر مکہ میں عبداللہ بن جدعان کے گھر ہوا۔ شرکاء معاہدہ نے اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتے ہوئے عہد کیا کہ: "جب تک دریا میں صوف کے بھگونے کی شان باقی ہے۔ ہم مظلوم کا ساتھ دیں گے تا آنکہ اس کا حق ادا کیا جائے"۔[47]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم معاہدہ میں شرکت اس قدر عزیز تھی کہ دورِ نبوت میں فرمایا کرتے کہ:
"ابنِ جدعان کے گھر جس معاہدے میں ،میں شریک ہوا تھا،اگر اس کے مقابلے میں سُرخ اونٹ بھی پیش کئے جاتے میں نہ بدلتا"۔[48] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: "لودعیت بھفی الاسلام لأجبت" یعنی "اگر ظہوراسلام کے بعد بھی کوئی ایسے معاہدے کے لیے دعوت دے تو میں تیار ہوں"۔
[49]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمر مبارک پنتیس برس تھی کہ قریش نے کعبہ کی تعمیر نو کا فیصلہ کیا تمام قبائل نے جوش وخروش سے حصّہ لیا۔ مگر جب حجر اسود کے نصب کرنے کا وقت آیا تو اس بات پر اختلاف پیدا ہوا کہ اسے کون نصب کرے؟ اختلاف اتنا بڑھا کہ قتل وقتال کی نوبت پیدا ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسنِ تدبیر سے یہ معاملہ بہت احسن طورپرطے پا گیا اور تمام قبائل کو حجر اسود کی تنصیب کی سعادت بھی نصیب ہو گئی۔ابن سعد لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کو اپنی چادر میں رکھا اور سردارانِ قریش سے فرمایا کہ ہر سردار چادر کا ایک گوشہ پکڑ کر اسے اٹھائے۔جب حجر اسود اپنی جگہ کے برابر پہنچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے اٹھا کر اس کی جگہ پر نصب فرما دیا۔[50]

2 - بعد از بعثت مکی زندگی:

بعد از بعثت مکی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات پراوراپنے اصحاب پرہونے تمام ظلم وستم برداشت کئے مگر کسی ظلم کا جواب دینا مناسب نہ سمجھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مفاہمت ہی کی کوشش کی۔

قریش کی مخالفت کی وجوہات:

یہ ایک فطری امر تھا کہ قریش دعوت اسلامی کے مقابلے پر کھلی دشمنی پر اتر آئے کیونکہ وہ اس کو اپنی سعادت وقیادت اور مادی مفادات کے لیے سخت خطرہ سمجھتے تھے۔کعبہ بتوں کا مرکز تھا یہاں عرب حج کو آتے قریش کے لیڈر اپنی عزت اور دوسرے سب لوگوں پرسعادت وقیادت کا سبب یہ سمجھتے تھے کہ وہ اس گھر کے مجاور بتوں کے محافظ اورحاجیوں کو پانی پلاتے تھے اور بتوں پر چڑھاوے ڈلواتے تھے اس طرح یہ رزق کا سرچشمہ تھا اوراسی سے ان کی تجارت زوروں پر تھی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کامیابی کا معنی یہ تھا کہ ان کا معنوی ومادی اقتدار جس پر وہ سب سے زیادہ انحصار کرتے تھے۔ ضائع ہوجائے گا اس لیے معاملہ ان کی نظر میں نہایت اہمیت اختیار کر گیا اس لیے قریش نے عزم

کر لیاکہ وہ محمد ﷺ مقابلے پر ایک مضبوط موقف اختیار کر کے اس دعوت کو ابتداء ہی میں کچل دیں۔[51]

مخالفت اور ایذا رسانی:

مسلمانوں کی تعداد تقریباً چالیس تک ہوگئی تھی کہ ایک دن حضور ﷺ حرم کعبہ میں جا کر توحید کا اعلان فرمایا۔ مشرکین مکہ کے نزدیک یہ حرم کعبہ کی سب سے بڑی توہین تھی اس اعلان کے کرتے ہی ایک ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوا ہر طرف سے لوگ آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت حارثؓ بن ابی ہالہ آپ ﷺ کی مدد کے لیے دوڑے لیکن ان پر چاروں طرف سے اتنی تلواریں پڑیں کہ وہ شہید ہو گئے۔[52]

اب تک مشرکین نے اسلام کی دعوت کو زیادہ اہمیت نہ دی تھی، لیکن جوں جوں اسلام کے پرستاروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا تھا، مشرکین کی مخالفت بڑھتی جاتی تھی۔ قریش نے رسول اللہ ﷺ کو طرح طرح کی اذیتیں دینی شروع کیں۔ آپ ﷺ کی راہ میں کانٹے بچھا دیتے، نماز پڑھتے تو پشت مبارک پر نجاست کا بار لا کر لاد دیتے، بد زبانیاں کرتے۔ آپ ﷺ علاوہ آپ ﷺ اصحاب پر بھی نئے نئے انداز ستم کیے ٹھیک نصف النہار کے وقت تپتے ہوئے سنگریزوں پر لٹا کر سینہ پر بھاری پتھر رکھ دیتے کہ غریب ہلنے نہ پائیں، دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹاتے اوراس وقت تک جنبش نہ کرنے دیتے جب تک زخموں کی رطوبت سے آگ بجھ نہ جاتی، پانی میں غوطہ دیتے، رسی باندھ کر گھسیٹتے، حضرت بلالؓ، خبابؓ، عمارؓاورصہیبؓ وغیرہ اس ستم رسیدہ جماعت کے سرکردہ تھے۔ مرد تو مرد مسلمان عورتیں تک ان ظالموں کے ظلم سے محفوظ نے تھیں۔ حضرت سمیہؓ، زنیرہؓ اورلبنیہؓ وغیرہ بھی مشق ستم تھیں۔[53] لیکن ان تمام مظالم پر آپ ﷺ اور آپ ﷺ اصحاب کا صبر، ہجرتِ حبشہ، شعب ابی طالب میں محصوری، اورسفر طائف میں آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ امن پسندی اورقیام امن کی کوششوں کی زندہ مثالیں ہیں[54] اور اس پر مستزاد یہ کہ آپ ﷺ ان کے لیے کبھی زبانِ اقدس سے بددعا بھی نہ کی بلکہ فرمایاکہ: "اللهم اهد قومي فإنهم لا يعلمون"۔[55]

ان حوصلہ شکن اورنامساعد حالات میں آپ ﷺ کی نوید بھی سنایا کرتے اور فرماتے: "ایک وقت آنے والا ہے جب ایک آدمی صنعاء یمن سے حضر موت تک تنہا سفر کرئے گااور اسے

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہ ہو گا"۔[56]

3 - بعد از ہجرت مدنی زندگی:

ہجرت مدینہ کے بعد آپ ﷺ فوری طور پر جن امور کی طرف توجہ فرمائی ان میں "مواخاتِ مدینہ" اور "میثاق مدینہ" خصوصی اہمیت کے حامل ہیں ان اقدامات سے آپ ﷺ کا مقصود مہاجرین وانصار کو رشتہ اخوت میں منسلک کرنا اور یہود اور مسلمانوں کو مدینہ کی شہریت میں امن وامان قائم رکھنے کے لیے تیار کرنا تھا۔

مسلمانوں میں بھائی چارگی:

آپ ﷺ مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات اور بھائی چارہ قائم کیا۔ ابن قیم لکھتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ حضرت انسؓ بن مالک کے مکان میں مہاجرین وانصار کے درمیان بھائی چارہ کرایا۔ کل نوے آدمی تھے، آدھے مہاجرین اورآدھے انصار۔ بھائی چارے کی بنیاد یہ تھی کہ یہ ایک دوسرے کے غمخوار ہوں گے۔[57] آپ ﷺ کی تربیت نے مہاجرین وانصار میں ایک دوسرے کے لیے قربانی اور ایثار کا جذبہ پیدا کر دیا۔ مثال کے طور پر عبد الرحمن بن عوف اور سعد بن ربیع کا واقع بیان کیا جاتا ہے۔

> جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو آنحضرت ﷺ ان میں بھائی چارہ کرا دیا، عبد الرحمن بن عوف کو (جو مہاجر تھے) سعد بن ربیع (انصاری) کا بھائی بنایا، سعد عبد الرحمن سے کہنے لگے، بھائی میں سب انصار میں زیادہ مالدار ہوں میں اپنے مال کے آدھوں آدھ دو حصے کرتا ہوں (ایک حصہ تم لے لو) اور میری دو بیویاں ہیں تم دونوں کو دیکھو جو تم کو پسند آئے، مجھ کو کہو میں اس کو طلاق دے دوں ، جب اس کی عدت گزر جائے تو تم اس سے نکاح کر لینا، عبدالرحمن نے کہا: بھائی! اللہ تعالیٰ تمہاری بیویوں اور تمہارے مال میں برکت دے مجھ کو ذرا اپنا بازار بتلا دو۔[58]

میثاق مدینہ:

نبی ﷺ جب مسلمانوں کے درمیان مواخات کا نظام استوار کر لیا تو غیر مسلموں کے

ساتھ اپنے تعلقات منظّم کرنے کی توجہ فرمائی آپ ﷺ کا مقصود یہ تھا کہ ساری انسانیت امن وسلامتی کی سعادتوں اوربرکتوں سے بہرہ ورہو اور اس کے ساتھ ہی مدینہ اوراس کے گرد وپیش کا علاقہ ایک وفاقی وحدت میں منظّم ہو جائے[59] اس کے لیے آپ ﷺ مسلمان اوریہود کے درمیان ایک معاہدہ فرمایا جو کہ "ماثق مدینہ "کے نام سے مشہورہے۔

ابن ہشام نے اس دستورکی۵۳ دفعات کا پورا متن"السیرۃالنبیہ" میں درج کردیا ہے جن میں سے چند ایک اس طرح ہیں کہ:

- یثرب کا شہر فریقین کے لیے مقدس ومحترم ہو گا۔
- اگر کوئی یثرب پرحملہ آورہو گا تو یہود اور مسلمان مشترکہ طور پر اس کا دفاع کریں گے۔
- فریقین کے مابین پیدا ہونے والا ہر نزاع اور جھگڑا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ طرف لوٹایا جائے گا۔
- یہ دستور کسی ظالم یا مجرم کے آڑے نہ آئے گا،جو شخص گھرمیں بیٹھا رہے وہ بھی امن کا مستحق ہو گا،صرف ظالم اور مجرم مستثنیٰ ہوں گئے۔[60]

یثاقِ مدینہ کی شرائط سے یہ نقطہ عیاں ہے کہ حضور ﷺ مدینہ کو ہرقسم کے فتنہ وفساد سے محفوظ رکھنے اورگہوارۂ امن بنانے کی ہر ممکن کوشش فرمائی۔

یثاق مدینہ کی اہمیت وافادیت:

- اس معاہدے کی بدولت مدینے کی شہری ریاست کاآغاز ہوا،اورحوو ر ﷺ ریاست کے سربراہ تسلیم کرلیے گئے۔
- اس معاہدے کی بدولت مذہبی آزادی کا اصول وضع ہوا، نیزجن بنیادوں پر غیر مسلموں سے اتحاد وتعاون ہوسکتاہے اس کی نشاندہی ہوئی۔
- اسی معاہدے نے اہل اسلام کے باہمی حقوق وفرائض اور جملہ شہریوں کے آپس میں تعلقات،فرائض اورحقوق کا تعین کیا۔
- اسی معاہدے نے ظلم، ناانصافی، عدم مساوات اور ایسی ہی دیگر خرابیوں کا سدباب کیا۔
- کمزوروں ، ناداروں اور مظلوموں کی دادرسی کا پورا پورا اہتمام بھی اسی معاہدے کی رو سے

ہوا۔

- حالت امن اور حالت جنگ کا لائحہ عمل مرتب ہوا۔[61]

صلح حدیبیہ:

ذیعقدہ ٦ ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۱۴ صحابہ کرامؓ کے ساتھ عمرہ کی نیت سے عازم مکہ ہوئے قربانی کے جانور ساتھ لیے اوران کی گردنوں میں لوہے کے نعل قربانی کی علامت کے طور پر لگا دیے گئے۔ قریش کو اطلاع ہوئی تو تمام قبائل نے متفقہ فیصلہ کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل نہیں ہو سکتے اور لڑائی کی تیاریاں شروع کردیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدیل بن ورقا کے ذریعہ قریش کو پیغام بھجوایا کہ ہمارا مقصد جنگ نہیں بلکہ حرم کعبہ کی زیارت ہے اس لیے بہتر ہے کہ ہم لڑائی کی بجائے معاہدہ صلح کرلیں۔ صلح حدیبیہ کا معاہدہ مشرکین مکہ سے تھا جو ۲۰ برس کے طویل عرصے سے مسلمانوں پر ظلم توڑ رہے تھے اور برسر پیکار تھے اس کے باوجود حدیبیہ کے معاہدے کی ایک ایک دفعہ پر سرسری نظر ڈالنے سے اندازہ ہو گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و صلح کے کتنے خواہشمند تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مفاہمت و صلح کو ترجیح دے کرجنگ سے اتنا گریز فرمایاکہ اس میں عام صحابہؓ کو ذلت محسوس ہوئی قریش نے معاہدہ صلح کی تحریر کے وقت "بسم اللہ الرحمن الرحیم "پراعتراض کیاحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس اعتراض کوقبول کر لیا اور قریشی روایات کے مطابق"باسمك اللهم" لکھوا دیا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نام کے ساتھ "رسول اللہ" لکھنے پر اعتراض کیا توآپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی جگہ "محمد بن عبد اللہ" لکھوا دیا اس کے بعدحسب ذیل دفعات قلم بند کی گئی:

- یہ معاہدہ صلح محمد بن عبد اللہ اور سہل بن عمروکے درمیان طے پایا۔
- دس سال تک کسی قسم کی جنگ نہ ہو گئی، دونوں فریق جنگ سے باز رہیں گئے۔
- قریش کا جو شخص بلا اجازت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پاس چلا جائے گا اسے مکہ واپس کر دیا جائے گا اور جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھی مکہ آ جائے گا اسے قریش واپس نہیں کریں گئے۔
- جو قبیلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عہد میں داخل ہونا پسند کرئے گا اسے آزادی ہوگئی اور جو قریش کے عہد میں آنے کا آرزومند ہو گا وہ بھی آزاد ہو گا۔
- محمد صلی اللہ علیہ وسلم سال واپس چلے جائے گئے، آئندہ سال اپنے اصحاب کے ساتھ آ سکیں گئے جو لوگ اسلحہ لائیں گئے وہ درمیان میں اور غلافوں میں رکھے گئے، کھلے طور پر اسلحہ لے

کر چلنے کے مجاز نہ ہوں گئے۔[62]

حضور ﷺ طویل مسافت کے بعد مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس تشریف لے آئے اور بظاہر اپنے خلاف جانے والی شرائط پر صلح فرمائی مگرلڑنا پسند نہ فرمایا۔ باہم مفاہمت اور قیام امن کا اس سے بہتر نمونہ ملنا دشوار ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺامن پسندی کا شاہکار ہے۔ دنیا کا کوئی سیاسی دماغ ایسی حالت میں اس قسم کی شرائط منظور نہیں کر سکتا جبکہ اس کے ساتھ ایک جانباز فوج بھی ہو۔

صلح حدیبیہ کے اثرات ونتائج:

اب تک مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جنگ کی کیفیت برپا تھی اور دونوں فریق کو ایک دوسرے سے ملنے جلنے کا کوئی موقع نہ تھا اس صلح کے معاہدہ نے اس کیفیت کو ختم کر دیا تو مسلمانوں اورغیر مسلموں کے آپس میں مل جول سے اسلام پر مثبت اثرات مرتب ہوئے۔

چندسعادت مند روحوں کاقبول اسلام:

اس عرصے میں حضرت خالدؓ بن ولیدکوغور وفکرکرنے کا موقع ملا اور انہوں نے اسلام قبول کیا اور ان کاقبول اسلام ان کے "سیف اللہ" بننے کا سبب بن گیا۔[63] اسی طرح حضرت عمروؓ بن العاص نے بھی اسی زمانے میں اسلام قبول کیا۔امام الزھری(م۱۲۴ھ)اس صورت حال پران الفاظ میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> صلح حدیبیہ سے پہلے اسلام کی کوئی اتنی عظیم الشان فتح نہ ہوئی تھی اس سے پہلے تو لڑائی تھی۔جب امن ہوا اور جنگ بندی ہو گئی اور لوگوں کا ایک دوسرے سے خوف جاتا رہا تو ان کے درمیان ملاقاتیں اور مذاکرات شروع ہوئے پس ان (اہل مکہ) میں سے جب تھوڑا سا بھی عقل مند تھا جب اس سے اسلام کی بات کی گئی تو وہ مسلمان ہو گیا۔ صلح کے ان سالوں میں جو لوگ مسلمان ہوئے ان کی تعداد اس صلح سے پہلے کے مسلمانوں کی تعداد کے برابر یا کچھ اس سے زیادہ ہی تھی۔[64]

دعوتی عمل کے لیے سازگار فضا:

اس معاہدہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل اسلام کو دعوت وتعمیر کے مواقع حاصل ہو گئے۔ صلح کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختلف سلاطین کو دعوتی خطوط بھیجے اس طرح اسلام عرب سے عجم تک پہنچ گا۔

مسلمانوں کا وجود تسلیم کرنا:

قریش نے اب تک مسلمانوں کا وجود تسلیم نہیں کیا تھا لیکن اس صلح کے بعد انہوں نے نہ صرف مسلمانوں کے وجود کو تسلیم کیا بلکہ مدینہ کی اسلامی ریاست کو بھی تسلیم کرلیا۔

خیبر کی فتح:

عرب میں یہود کی قوت کا سب سے بڑا مرکز خیبر تھا۔یہود ابتداء ہی سے اسلام کے خلاف تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کی طرف سے اطمینان ہو گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے یہود کی طرف توجہ فرمائی اور ۷ ہجری میں خیبر کو فتح کیا۔

امام سرخسی لکھتے ہیں کہ:

> اہل مکہ اوراہل خیبر کے درمیان اس بات پر اتفاق ہو گیا تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کسی ایک فریق سے جنگ ہو تو دوسرا فریق مدینہ پر حملہ آور ہو جائے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ سے صلح کر لی اوران کی طرف سے اطمینان ہونے پر اہل خیبر کی سرکوبی کی۔[65]

حالتِ جنگ میں مفاہمتی عمل:

اسلام امن وآشتی ،عفو ودرگزر اور صلح وسلامتی کا دین ہے اور جنگ وجدل کا راستہ صرف اس وقت اختیار کیا ہے جب مخالفین نے صلح کی تمام صورتیں رد کردی ہوں اورمقابلے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہ گیا ہو ایسی حالت میں اسلام اپنے پیروکار کو جوابی کارروائی کی اجازت دیتا ہے لیکن تاکید کرتا ہے کہ ہر وقت امن وسلامی کے لیے کوشاں اور صلح کے پیغام کے لیے گوشِ بر آواز رہیں۔

اسلام نے جنگی معاندین کے لیے بھی صلح کا دروازہ بند نہیں کیا بلکہ حسن اخلاق اور لطف ومدارات کے ذریعے ان کو امن کے ساتھ زندگی بسر کرنے پر راغب کیاہے۔ صلح پسندی کی انتہا یہ ہے کہ مصالحت کا اختیار تمام تر مخالفین کو دے دیا ہے، مسلمانوں کو پہل کرنے کی اجازت نہیں ہے، صرف جوابی کارروائی کا حق ہے۔جنگ کے دوران بھی زیادتی کی اجازت نہیں دی گئی۔[66]

مثال کے طور پر صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ کفار مکہ کے ساتھ صلح کی جب کہ آپ ﷺ ساتھ جان نثار صحابہ کرامؓ کی کثیر جماعت تھی اور قریش نے جو شرائط پیش کی بظاہر وہ تمام کی تمام ان کے حق میں معاون تھیں لیکن پھر بھی آپ ﷺ صلح ومفاہمت کو ترجیح دی۔

جنگ صرف دفاع کے لیے:

جیسا کہ ارشادباری تعالیٰ ہے کہ:

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا﴾[67]یعنی ﴿جن مسلمانوں سے (خواہ مخواہ) لڑائی کی جاتی ہے اُن کو اجازت ہے (کہ وہ بھی لڑیں) کیونکہ اُن پر ظلم ہو رہا ہے﴾۔

قرآن کی یہ آیت صرف ایک آیت نہیں بلکہ یہ ایک بین الاقوامی قانون کا بیان ہے اس میں یہ بات طے کردی گئی ہے کہ جائز جنگ صرف وہ ہے جو واضح جارحیت کے مقابلہ میں دفاع کے طور پر لڑی جائے۔

صلح کی پیشکش کرنا:

مسلمان کسی ملک پر فوج کشی کرنے سے پہلے ہمیشہ ان کے پاس سفیروں کے ذریعہ سے صلح کی شرائط بھیجا کرتے۔

> ہمارے حاکم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اگر تم قانون اسلام نہ قبول کرو تو ہم تمہارے ساتھ جنگ کریں پس تم بھی ہم میں مل جاؤ اور ہمارے بھائی بن جاؤ اور ہمارے منافع اور ہمارے منصوبوں میں شریک ہو جاؤ اس کے بعد ہم تم سے کوئی برائی نہ کریں گے لیکن اگر تم یہ کرنا نہیں چاہتے تو تم ہمیں اپنی زندگی تک ایک سالانہ خراج بالالتزام دیا کرو اس کے بعد ہم تمہارے بدلے تمام ان لوگوں سے لڑیں گے جو تمہیں ستانا چاہیں یا کسی طرح تمہارے دشمن ہو اور ہم اپنے معاہدہ پر مضبوط رہیں گے۔اگر تمہیں یہ بھی منظور نہیں ہے تو پھر ہم میں اورتم میں بجز تلوار کے کوئی چیز نہیں رہتی اور ہم تم سے اس وقت تک جنگ کرتے رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کے حکم

کو پورا نہ کرلیں۔[68]

صلح کی پیشکش کو قبول کرنا:

پیغمبر اسلام کے زمانہ میں قریش کی جارحیت کے نتیجہ میں ،قریش اور مسلمانوں کے درمیان حالتِ جنگ قائم ہو گئی تھی اس موقع پر جو احکام قرآن کریم میں دیے گئے ان میں سے ایک حکم یہ تھا کہ:

﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ. وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ﴾[69]

﴿اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اُس کی طرف مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسا رکھو کچھ شک نہیں کہ وہ سب کچھ سنتا (اور) جانتا ہے۔اور اگر یہ چاہیں کہ تمہیں فریب دیں تو اللہ تمہیں کفایت کرے گا﴾

قرآن کی ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں مفاہمت اور امن آخری حد تک مطلوب ہے عین میدان جنگ میں بھی اگر مخالفین صلح کی دراخوست کریں تو مسلمانوں کے لیے اسے قبول کرنا ضروری ہے وہ مصالحت کی دعوت کسی حال میں بھی رد نہیں کر سکتے۔پیغمبر اسلام کو خاص طور سے ہدایت کی گئی ہے کہ وہ صلح کی پیشکش کو قبول کریں۔

باہم مفاہمت کے لیے سنہری اصول:

باہمی تعاون:

افراد اور قومیں اپنے مخصوص ماحول میں رہتے ہوئے اپنے ہی مفاد کو مدنظر رکھ کر فیصلے کرتی ہیں اس طرح کے فیصلے بسا اوقات دوسرے افراد اور قوموں کے مفاد کے خلاف پڑتے ہیں۔ دوسروں کے ساتھ ناانصافی سے بچنے کے لیے قرآن کریم ایک بہترین اصول وضع کرتا ہے اور باہمی تعاون کے لیے حدود متعین کرتا ہے۔ قرآن کریم اس اصول کوان الفاظ میں بیان کرتاہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾[70]یعنی﴿نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا﴾۔

ہمدردی و غم خواری :

رسول اللہ ﷺ للعالمین ہیں اورآپ ﷺ ساری دنیا کے لیے آپِ رحمت ہے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کے ساتھ ہمدردی، رحم اور حسنِ سلوک کے بارے میں اپنے ماننے والوں کو خاص ہدایات فرمائیں تاکہ لوگوں کے دل آپس میں پوری طرح جڑے رہیں۔ [71]

مولانا الطاف حسین حالیؔ نے اس کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ:

کرو مہربانی تم اہل زمین پر خدا مہرباں ہو گا عرشِ بریں پر[72]

اخوت واتحاد:

اخوت واتحاد کی ضرورت واہمیت بھی مسلّم ہے اس عالم آب وگل میں تمام انسانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ سب مل کر ایک ایسا معاشرہ تشکیل و ترتیب دیں ،جہاں تمام معالات کی بنیاد اخوت واتحاد پر ہو، جہاں تمام فیصلے اسی بنیاد پر ہوں ،درحقیقت اخوت واتحاد ہی وہ بنیادی عنصر ہیں جن سے کام لے کر کسی بھی قوم کی شیرازہ بندی کی جاسکتی ہے۔[73]

مولانا الطاف حسین حالیؔ نے اس کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ:

یہ پہلا سبق تھا کتاب ھدی کا کہ ساری مخلوق کنبہ خدا کا[74]

صبر واستقامت:

صبر واستقامت جس طرح انفرادی زندگی میں ضروری ہے اسی طرح اجتماعی زندگی، ملکی سیاست اور فلاحِ انسانیت کے سلسلے میں بھی اس کی اہمیت مسلّم ہے، یہی وہ صفت ہے جس کو مضبوطی سے تھام کر ملکی سیاست کو مستحکم بنایا جاسکتا ہے اوردشمن کے حیلوں ،مکر وفریب اور اس کی تباہ کن تدابیر سے انفرادی اور اجتماعی طور پر محفوظ رہا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا﴾۔[75]

اس آیت میں مسلمانوں کو فتح وکامرانی اور ہر قسم کی مصیبت وپریشانی اور آزمائش وامتحان میں صبر وتقویٰ اختیار کرنے کے لیے کہا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس کے ذریعے مخالفین ومنافقین کی سازشوں اور ان کے مکر وفریب سے بچا جا سکتا ہے۔[76]

رفق وملاطفت:

غیظ وغضب اور کبر وغرور کی جگہ اسلام نے رفق وملاطفت اور حسن وخلق کی تعلیم دی

ہے جہاں اس کے دوسرے فائدے ہیں وہاں سب سے بڑافائدہ یہ ہے کہ اس سے امن وامان اور اخلاق کے قوانین کوقوت حاصل ہوتی ہے اور قوم وملک فتنہ وفساد سے بڑی حد تک محفوظ رہتے ہیں اگر ایک فریق سخت ہو اور دوسرا اس کے مقابلہ میں نرمی کی پالیسی اختیار کر لے تو یقیناً مشتعل جذبات ٹھنڈے پڑ جائیں گے نبی کریم ﷺ ترغیب کے پہلو کو اختیار کر کے فرمایاکہ: "ان اللہ رفیق یحب الرفق ویعطی علی الرفق مالایعطی علی العنف ومالایعطی علی ماسواہ",[77] یعنی "اللہ تعالیٰ نرم خو ہے اور نرمی کو پسند کرتاہے اور جو نرمی پر عطا کرتا ہے، سختی اور دوسری چیزوں پرنہیں بخشتا"۔

عسر میں یسر:

قرآن کریم میں ارشادِباری تعالیٰ ہے کہ: ﴿اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا﴾[78] یعنی ﴿بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے﴾۔اس کا مطلب یہ ہے کہ موجودہ دنیا فطرت کے جس قانون پر چل رہی ہے اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ یہاں ہمیشہ مشکل کے ساتھ آسانی موجود رہے یہاں ہمیشہ رکاوٹ کے ساتھ نکاس کا راستہ باقی رہے۔

اس سے معلوم ہوتاہے کہ موجودہ دنیامیں امن کی حالت کومسلسل قائم رکھنے کارازکیاہے؟ وہ ہے: رکاوٹوں سے ٹکرائے بغیر اپنا راستہ نکالنا آپ کسی پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہوں تو آپ دیکھیں گئے کہ پہاڑ کی چوٹی سے چشمے جاری ہو کر تیزی سے میدان کی طرف بہہ رہے ہیں ان چشموں کے راستہ میں بار بار پتھر آتے ہیں جو بظاہر چشمہ کا راستہ روکنے والے ہیں مگر کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی پتھرکسی چشمہ کا راستہ روک دے۔

اس کاسادہ راز،ایک لفظ میں،اعراض ہے یعنی ٹکراؤ سے بچ کراپنا راستہ نکالنا۔چنانچہ جب بھی چشمہ کے سامنے کوئی پتھر آتاہے توایک لمحہ کی تاخیرکے بغیرچشمہ دائیں یا بائیں مڑ کراپنا راستہ نکال لیتا ہے اور آگے کی طرف بڑھ جاتاہے وہ راستہ کے پتھر کو ہٹانے کے بجائے خود اپنے آپ کو ہٹا لیتا ہے اس طرح کسی ٹھہراؤ کے بغیر چشمے کا سفر جاری رہتاہے۔

یہ فطرت کاسبق ہے اس طرح فطرت عمل کی زبان میں انسان کویہ پیغام دے رہی ہے کہ مشکلات سے ٹکرانے کے بجائے مشکلات کو نظرانداز کرو، رکاوٹوں کو توڑنے کے بجائے رکاوٹوں سے ہٹ کر اپنا عمل جاری رکھو۔[79]

حاصلِ کلام:

آج انسانیت اخلاقی، معاشی اور معاشرتی طور پر ایک بحران سے دوچار ہے، انسانیت کا یہ بحران ہمہ جہتی بحران ہے، جس نے آخرت کے جہنم سے پہلے اس دنیا کو جہنم کا نمونہ بنا دیا ہے، جس میں نہ صرف سب جل رہے ہیں، بلکہ پیدا ہونے والا ہر نیا فرد بھی اس کی گرمی وحرارت محسوس کر رہا ہے سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہے آخرت کے جہنم سے پہلے انسان نے دنیا کی زندگی کو اپنے لیے انگاروں کا نمونہ کیوں بنایا ہے جب کہ ہر شخص فطری طور پر بے خوف وخطر، حزن سے محفوظ ہے، کامیاب اور مثالی زندگی کا آرزومند ہے اور کامیاب زندگی کی یہ خواہش انسان کے دل کی گہراہوں میں موجود ہے۔

موجودہ دور میں انسان کے ساتھ جو المیہ ہوا ہے، جس نے اس کے لیے یہ قیامت برپا کی ہے، وہ یہ ہے کہ انسان نے شعوری طور پر قدرت اور قدرت کے قوانین سے جنگ آزمائی کر کے اپنے لیے زندگی کا نصب العین حیوانی اور سفلی جذبات کی تکمیل کو قرار دیا ہے

آج ہمارے اکثر ادارے داخلی طور پر جھگڑے، فساد، انتشار اور لوٹ مار کا منظر پیش کر رہے ہیں اور قومی ادارے قومی تعمیر کو تقویت دینے کی بجائے قوم کے زوال کا سبب بن رہے ہیں اور یہ سب اس لیے ہے کہ اب ہم میں مفاہمت کا فقدان ہے ہم میں ایک دوسرے کی بات کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رہا اور باہمی اخوت واتحاد کی کمی ہے، معاشرے میں بسنے والے افراد جب تک باہمی اخوت واتحاد اور محبت کی لڑی میں نہیں بندھ جائیں گئے اس وقت تک معاشرے کے بگاڑ پر قابو پانا خاصہ مشکل ہو گا۔

اسلام امن، اخوت واتحاد، محبت اور احترام انسانیت کا دین ہے۔ مساوات، رواداری، خدمت خلق، ایک دوسرے کی خیر خواہی، ایثار وکرم اور حلم وتحمل وغیرہ کا درس دیتا ہے۔ یہ دین اسلام ہی ہے جو معاشرے کے متلف طبقوں کے درمیان نفرت وتصادم کو یکسر مسترد قرار دیتا ہے۔

اس مقالہ میں سیرت رسول ﷺ زندگی سے چند واقعات وروایات کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کا تعلق مفاہمتی عمل سے ہے ورنہ آپ ﷺ پوری زندگی ہی اس عمل کی عکس ہے اور آپ ﷺ دوسروں کو بھی ہمشیع اس کی تلقین فرمائی۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ "امن واخوت" کا مربوط نظام وضع کیا جائے۔ داخلی امن، یعنی اسلامی ریاست کے شہریوں کی جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ کی ضمانت دی جائے اور ان اخلاقی تعلیمات کو "قانون کی حیثیت" سے نافذ کیا جائے۔ اس کی خلاف ورزی پر تعزیری سزادی جائے اسی طرح عالمی سطح پر اسلام کے قوانینِ "امن" کا اطلاق ہو، زمانہ

امن میں بھی اور حالت جنگ میں بھی۔

یوں رسول اللہ ﷺ رحمتِ عامہ کا شاندار نمونہ آپ ﷺ پیغام امن واخوت اجڑے ہوئے گلشنِ انسانیت کے لیے نوید بہار ہے آخر میں دعاہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کواپنے اخلاق کی اصلاح کی فکر کے ساتھ دوسروں کے اخلاق کی درستگی کی بھی فکر کرنے کی اور آپ ﷺ اسوۂ حسنہ کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین!

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم۔

حواشی وحوالہ جات

1 سرہندی، وراث. قاموسِ مترادافات. ط1: ۱۹۸۶ء، اردوسائنس بورڈ، لاہور، ص۸۴۲

2 A Dictionary of Modern Written Arabic, J. Milton Cowan, Spoken Language Services, Inc. 3rd Edition, New York, 1976, p. 730

3 اردو لغت تاریخی اصول پر. ط: ۲۰۰۲ء، اردو لغت بورڈ، کراچی، ۱۸/ ۳۹۷

4 ایضاً، ۱۸/۳۹۵

5 علامہ اقبال. بانگِ درا. ط: ۱۹۸۲ء، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، لاہور، ص۲۴۸

6 قریشی، پروفیسر محمد صدیق. پاکستان اور قومی یکجہتی. ط: ۱۹۸۷ء، فیروزسنز پرائیوٹ لمٹیڈ، لاہور، ص۱۱-۱۲

7 شفیع، مولانامفتی محمد. معارف القرآن. ادارۃالمعارف، کراچی، ۲۰۰۵ء، ۲/۱۳۱

8 بانگِ درا، ص۲۴۸

9 ایضاً، ص۲۶۵

10 Shar┘ f, M.M. National Integration and Other Essays. Institute of Islamic Culture Lahore, p. 82-83

11 ماہنامہ ترجمان القرآن، "اتحاد امت اور فرقہ پرستی"، جلد ۱۲۹، عدد۴، اپریل ۲۰۰۲، ص۳۲

12 Life of Mu╒ammad, Abdul ╓ameed Siddique, Islamic Publications Ltd, Lahore, 1975, p.177

13 القرآن الکریم، آل عمران۳: ۱۰۳

14 عثمانی، شبیر احمد. تفسیر عثمانی. پاک کمپنی لاہور، ۱/۸۳

15 القرآن الکریم، الحجرات ۴۹: ۱۰

16 ایضاً، الحجرات ۴۹: ۱۱

17 ایضاً، النساء ۴: ۲۹

18 بخاری، محمد بن اسماعیل. صحیح بخاری. کتاب الادب، باب تعاون المؤمنین بعضھم بعضاً، ۶۰۲۶

[19] نیسابوری، مسلم بن حجاج. صحیح مسلم. کتاب البر والصلة، باب تراحمھم المومنین وتعاطفھم وتعضوہم، ۲۵۸۶
[20] ایضا، کتاب البر والصلة، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء، 2626
[21] القرآن الکریم، حم السجدہ ۴۱: ۳۴
[22] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب العفووالتواضع، ۲۵۸۸
[23] ابو داؤد، سلیمان بن الأشعث. سنن ابی داؤد. کتاب الادب، باب فی الرحمة، ۴۹۴۱
[24] ایضاً، کتاب الادب، باب فی الرفق، ۴۸۰۹
[25] ایضاً، کتاب الادب، باب فی الرفق، ۴۸۰۷
[26] صحیح مسلم، کتاب البروالصله والادب، باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها، ۲۰
[27] صحیح بخاری، کتاب الادب، باباثم القاطع، حدیث۵۹۸۴
[28] الشوکانی، محمد بن علی. فتح القدیر. دارالمعرفة، بیروت، لبنان، ۱/۴۱۹
[29] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق والسّخاء وما یکرہ من بخل، ۶۰۳۶
[30] ایضاً، کتاب المناقب، باب اٰخی النبی بین المهاجرین والانصار، حدیث۳۷۸۰
[31] القرآن الکریم، الاعراف ۷: ۱۵۸
[32] ایضاً، الاعراف ۷: ۱۵۷
[33] "مذاہب عالم میں مفاہمت"، قاضی زین العابدین سجاد، اسلام اور عصر جدید، شمارہ۱، جلد۴، ۱۹۷۲ء، ص۱۸-۱۹
[34] القرآن الکریم، آل عمران ۳: ۶۴
[35] ایضاً، المائدہ ۵: ۲
[36] ایضاً، البقرة ۲: ۲۵۶
[37] ایضاً، النحل ۱۶: ۱۲۵
[38] ایضاً، الممتحنہ ۶۰: ۸
[39] ایضاً، الانعام ۶: ۱۰۸
[40] ایضاً، المائدہ ۵: ۸
[41] ایضاً، النسآء ۴: ۳۵
[42] سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی العصبية، ۵۱۱۹
[43] ایضاً، کتاب الأدب، باب فی العصبية، ۵۱۲۱

[44] القرآن الکریم، النساء ۴: ۱

[45] معاویہ، مولانامحمدہارون. اسلامی اخلاق کے رہنمااصول. ط: 2007ء, دارالاشاعت کراچی، ص۴۶

[46] ابن سید الناس, محمد بن عبد اللہ. عیون الاثر. ط: 1356ھ، مکتبۃ القدسی، القاھرۃ، ۱/۴۶

[47] ابن سعد, محمد. الطبقات الکبری. ط: 1983ء, نفیس اکیڈیمی، کراچی، ۱/۱۸۳

[48] ایضاً

[49] ابن الاثیر. الکامل فی التاریخ. ط: 1938ء, جامع عثمانیہ حیدرآباد دکن، ۱/۱۶

[50] الطبقات الکبری، ۱/۲۰۶

[51] النجار، محمدالطیب. سیرت سیّدالمرسلین. ترجمہ: رخسانہ جبیں. ط: 2009ء, مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ص۱۱۳

[52] محمد،عبد الحئی. حیات طیبہ. ط: 1997ء, اسلامک پبلیکیشنزلمیٹڈ، لاہور، ص۶۱

[53] ندوی، شاہ معین الدین. تاریخ اسلام. ط: 2003ء, نعمانی کتب خانہ، لاہور، ۱/۴۲۔ ۴۵

[54] ابن ہشام. السیرۃ النبویہ. ط: شیخ غلام اینڈسنز، لاہور، ۱/۲۸۴۔ ۲۸۷

[55] قاضی عیاض. الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ. ط: 1369ھ, مکتبۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر، ۱/۶۱

[56] ابن کثیر, عماد الدین. البدایہ والنہایہ . ط: 1987ء, نفیس اکیڈیمی کراچی، ۳/۱۱۳

[57] ابن قیم, محمد بن أبی بکر. زادالمعاد. ط: 1982ء, نفیس اکیڈیمی، کراچی،۲/۵۶

[58] بخاری، کتاب المناقب، باب أخی النبی بین المھاجرین ولانصار، حدیث۳۷۸۰

[59] مبارکپوری، مولاناصفی الرحمن. الرحیق المختوم. ط: 2002ء, المکتبۃالسلفیۃ، لاہور، ص۲۶۳

[60] ابن ہشام. السیرۃ النبویہ. ۱/۵۵۴۔ ۵۶۱

[61] "مثیاق مدینہ کی اہمیت وافادیت"،امان اللہ خان، ماہنامہ فکر ونظر، جلد۱۵، شمارہ۱۱، مئی ۱۹۷۸، ص۵۸۔ ۶۰

[62] طبری، ابن جریر. تاریخ طبری. ط: 1967ء, نفیس اکیڈیمی، کراچی، ۱/۳۳۷

[63] البدایہ والنہایہ، ۴/50

[64] ابن ہشام. السیرۃ النبویہ. ۳/۲۰۶

[65] سرخسی. شرح السیر الکبیر. ط: 1958ء, مطبعۃ مصر،۱/۲۰۱

[66] "اسلام کا پیام امن واتحاد"، مولانا عبد السلام قدوائی،اسلام اور عصرجدید، جلد۴، شمارہ۲، ۱۹۷۲ء، ص۴۹-۵۰

[67] القرآن الکریم، الحج ۲۲: ۳۹

[68] بلگرامی، سیدعلی. تمدن عرب. مقبول اکیڈیمی لاہور، ص۲۴۳

[69] القرآن الکریم، الانفال ۸: ۶۱۔۶۲

[70] ایضاً، المائدہ ۵: ۲

[71] اسلامی اخلاق کے رہنمااصول، ص۲۷۳

[72] حالی، الطاف حسین. مسدس حالی. تاج کمپنی لمیڈ، لاہور، ص۲۰

[73] عزیزالرحمن. تعلیمات نبوی اورآج کے زندہ مسائل.ص۶۳ ۶۴

[74] مسدس حالی، ص۵۲

[75] القرآن الکریم، آل عمران ۳ : ۱۲۰

[76] تعلیمات نبوی اورآج کے زندہ مسائل، ، ص۸۹

[77] مسلم، کتاب البر والصلۃ والآدب، باب فضل الرفق، ۲۵۹۳

[78] القرآن الکریم، الم نشرح ۹۴: ۶

[79] خان, مولاناوحیدالدین. امن عالم. ط: 2004ء, دارالتذکیر، لاہور، ص۱۲۰